حافظ غلام مرتضیٰ

چوتھی صدی ہجری میں عالم اسلامی کی مذہبی حالت

(۴)

جزیرۃ العرب یہ اقلیم اہل اسلام کے نزدیک بڑی اہم تھی کیونکہ اس میں کعبہ شریف اور مدینہ منورہ ہیں اور یہیں پر پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور فرمایا اور خلفائے راشدین اور انصار و مہاجرین کا وطن یہی ملک تھا۔ چوتھی صدی ہجری میں اس کے مختلف علاقے مختلف حکومتوں کے زیر اثر تھے۔ آج کل اس کے ایک وسیع علاقے پر شاہ سعود کی حکومت ہے۔ عرب جغرافیہ نویسوں نے اس اقلیم کو چار صوبوں اور چار نواحی میں تقسیم کیا ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

حجاز۔ اس کا صدر مقام مکہ تھا اور مشہور شہر یہ تھے۔ یثرب، ینبع، قرح، خیبر، مروہ، جدہ، طائف اور بدر وغیرہ۔

یمن۔ اس کے دو حصے تھے۔

(ا) تہامہ۔ یہ نشیبی علاقہ بحر قلزم کے ساحلی علاقوں پر پھیلا ہوا تھا۔ صدر مقام زبید تھا اور خاص شہر یہ تھے معقر (معفر یا معافر) کدرہ، مخا، کمران، شرمہ اور عشیرہ وغیرہ۔ اس سے متعلق تین نواحی تھے۔ (۱) ایمن جس کے اندر عدن اور لحج نام کے دو شہر تھے۔ (۲) عثّر (۳) سَروات۔

(ب) نجد۔ یہ کوہستانی علاقہ تھا۔ اس کا صدر مقام صنعاء تھا اور مشہور شہروں میں صعدہ، نجران، جبلان، مذیخرہ، نسفان اور خولان تھے۔

اس سے متعلق بھی تین نواحی تھے۔ (۱) احقاف، اس میں صرف شہر حضرموت تھا۔ (۲) مھرہ جس کے اندر شہر شحر تھا۔ (۳) سبأ۔

عمان۔ اس کا صدر مقام صُحار تھا اور حسب ذیل مشہور شہر تھے۔ نزوہ، خفیت، جلّفار، سلوت اور سمد۔

ہجر۔ اس کا صدر مقام احساء تھا اور خاص خاص شہر یہ تھے۔ سابون، زرقاء، اُوال اور عقیر وغیرہ۔ اس سے متعلق ایک ناحیہ تھا جس کا نام یمامہ تھا۔

مذہبی عقائد۔ مکہ، تہامہ، صنعاء اور قرح میں اہلسنت والجماعت تھے۔ صنعاء کے مضافات و نواحی میں اور

عمان کے مضافات میں غالی درجے کے خوارج تھے۔ نجد کے مقام مذیحرہ کے باشندے بھی خوارج تھے اور یہ شہر ان کے لئے دار الہجرت تھا کیونکہ مشہور خارجی لیڈر عبداللہ بن وھب الراسبی اور عبداللہ بن اباض جو فرقہ اباضیہ اور وھبیہ کے بانی ہیں، ان کا انتقال اسی مقام پر ہوا۔[1]

ابن حوقل لکھتا ہے کہ عمان کے اکثر حصوں پر خارجیوں کا غلبہ تھا۔ ایک مرتبہ ان کے اور بنو سامہ کی ایک جماعت کے درمیان نزاع واقع ہوگئی جس پر ایک شخص محمد بن قاسم السامی نے عباسی خلیفہ المعتضد باللہ کے دربار میں پہنچ کر خارجیوں کے خلاف مدد طلب کی خلیفہ نے اس کے ہمراہ ابن ثور کو بھیجا جس نے عمان فتح کر کے معتضد کے نام کا خطبہ جاری کر دیا اور خوارج سمٹ کر ایک ناحیہ میں جو نزوئی (نزوہ) کے نام سے مشہور ہے چلے گئے۔ آج تک (ابن حوقل کا زمانہ) وہ لوگ وہاں پر ہیں۔ اس میں ان کا بیت المال، امام اور پوری جماعت موجود ہے۔[2]

حجاز کے باقی حصے اور عمان، ہجر اور صعدہ کے باشندے شیعہ تھے۔ عمان، صعدہ، سروات اور حرمین کے ساحلی علاقوں کے لوگ ایسے شیعہ تھے جو معتزلی عقیدے رکھتے تھے بجز اہل عمان کے۔ ہجر میں قرامطہ کے مذہب پر عمل ہوتا تھا، اس لئے کہ اسی بحرین کے علاقہ میں قرامطہ کا مرکز تھا۔ اس سے قبل اقلیم فارس میں گزر چکا ابو سعید الجنابی قرمطی ۳۰۱ھ میں ہجر کے صدر مقام احساء میں قتل کر دیا گیا تھا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا ابو طاہر سلیمان اس کا جانشین ہوا۔ اس نے احساء، قطیف اور تمام ملک بحرین پر قبضہ کر لیا۔ ۳۱۲ھ میں کوفہ پر چڑھائی کی اور بہت سے شہروں کو غارت کیا۔ ۳۱۷ھ میں حج کے موسم میں بہت بڑی جمعیت لے کر مکہ معظمہ پر چڑھ آیا اور حاجیوں کو قتل کروا کر چاہ زمزم میں ڈلوا دیا اور خانہ کعبہ کی سخت بے حرمتی کی یہاں تک کہ حجر اسود کو اکھڑوا کر اپنے ساتھ لے گیا جسے ۳۳۹ھ میں عباسی خلیفہ مطیع نے تیس ہزار دینار میں اس سے خرید کر بدستور سابق خانہ کعبہ میں رکھوا دیا۔ ابو طاہر قرمطی نے اسقدر زور پکڑا کہ ۳۲۲ھ میں تمام بحرین اور یمامہ اس کے زیر اثر تھے۔ ابو سعید الجنابی کے عہد سے لے کر ۳۷۵ھ تک قرامطہ میں سے چھ شخصوں نے حکمرانی کی۔

اس کے ساتھ عمان میں کچھ داؤدیہ فرقے کے بھی پیرو تھے جن کا اجتماع ہوا کرتا تھا۔

فقہی مذاہب

صنعاء اور صعدہ میں امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کا غلبہ تھا اور مسجدوں میں انہیں کا انتظام تھا۔ معافر میں ابن المنذر کے مذہب پر عمل ہوتا تھا۔ ابن المنذر کا نام ابراہیم اور کنیت ابو اسحاق تھی۔ ان کا شمار تیسری صدی ہجری کے ثقہ محدثین میں ہوتا تھا۔ امام بخاری اور ابن ماجہ کے شیوخ میں سے تھے اور خود سفیان بن عیینہ اور ولید بن مسلم وغیرہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ غالباً انہوں نے امام مالکؒ کو دیکھا تھا اور ان سے

---

[1] ملاحظہ ہو ابن حوقل قسم اوّل جدید ایڈیشن صفحہ ۳۷۔ [2] ایضاً صفحہ ۳۸-۳۹

ایک مسئلہ بھی اخذ کیا تھا۔ ۳۲۶ھ کے ماہ محرم میں وفات پائی[1]۔

یمن کے علاقہ نجد میں سفیان ثوری کا مذہب رائج تھا۔ تہامہ اور مکہ میں مالکی المذہب تھے۔ چنانچہ ان کے ہاں اذان میں ترجیع کی جاتی تھی۔ ترجیع کے متعلق امام ابن رشد اندلسی لکھتے ہیں:

واختار المتاخرون من اصحاب مالک الترجیع وھو ان یثنی الشھادتین اولا خفیا ثم یثنیھما مرۃ ثانیۃ مرفوع الصوت[2]

امام مالک کے متاخرین اصحاب نے ترجیع اختیار کی ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دھیمی آواز میں دونوں شہادت کے کلمات کو دوبار کہا جائے اس کے بعد دوبارہ بلند آواز سے ان کی تکرار کی جائے۔

زبید میں عبداللہ بن مسعودؓ کے قول کے مطابق عیدین میں تکبیریں کہی جاتی تھیں۔ عرب سیاح مقدسی لکھتا ہے کہ قاضی ابوعبداللہ صعدانی نے وہاں پر اس عمل کو رائج کیا تھا جبکہ وہ (مقدسی) وہاں پر موجود تھا۔

غیر اسلامی مذاہب اس اقلیم میں یہودی بھی تھے اور نصرانی بھی۔ لیکن یہودیوں کی تعداد نصرانیوں سے زیادہ تھی۔ مقدسی کا بیان ہے کہ قُرح جو وادی القریٰ کہلاتا تھا اور پورے حجاز میں مکّہ کے بعد سب سے زیادہ آباد، ترقی یافتہ اور خوشحال شہر تھا وہاں پر یہودی غالب تھے[3]۔

اقلیم العراق یہ اقلیم دریائے دجلہ و فرات کے علاقہ میں پھیلی ہوئی تھی۔ بغداد اس کا دارالسلطنت تھا اور خلفائے بنو عباس اس پر حکومت کرتے تھے۔ خلیفہ مستکفی باللہ کے زمانے میں جب ان کی حکومت کمزور ہوگئی تو یہاں پر آل بویہ کا غلبہ ہوگیا۔ سب سے پہلے ابوالحسن بن بویہ پھر اس کا بیٹا بختیار صاحب اقتدار ہوئے۔ بعد ازاں عضدالدولہ، پھر اس کے بیٹے بلکا زار پھر اس کے بڑے بیٹے ابوالفوارس کا غلبہ رہا۔ دولت بویہیہ کا اثر و اقتدار ۳۳۴ھ سے لے کر ۴۴۷ھ تک قائم رہا۔ اس کے بعد سلجوقی سلطان طغرل بیگ نے ان لوگوں کو نکال کر سلجوقی حکومت قائم کی۔ یہ ملک موجودہ عراق کا جنوبی حصّہ تھا اور آج کل یہاں پر شاہ فیصل کی حکومت ہے۔

پوری اقلیم چھ بڑے صوبوں پر مشتمل تھی، اور یہ صوبے اپنے صدر مقام کے نام سے موسوم تھے۔ صوبوں کی تفصیل حسب ذیل ہے:

کوفہ۔ اس سے متعلق مشہور شہر یہ تھے۔ حمام ابن عمر، جامعین، سورا، القادسیہ اور عین التمر۔

بصرہ۔ اس کے خاص خاص شہروں میں اُبلّہ، زبان، بدران، سلیمانان، القندل اور عبادان تھے۔

بغداد۔ اس کے مخصوص شہروں میں نھروان، بردان، بابل، قصر ھبیرہ، جلولا، اسکاف اور المدائن تھے۔

---

[1] تفصیل کے لئے دیکھئے تذکرۃ الحفاظ للذہبی جلد دوم صفحہ ۵۱ [2] بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد جلد اوّل صفحہ ۹۰

[3] احسن التقاسیم صفحہ ۸۴۔

حُلوان۔ اس کے متعلق مشہور شہر یہ تھے۔ خانقین، زبوجان، شلاشان، سیروان اور بندینجان۔
سامرّا۔ اس کے مخصوص شہروں میں انبار، تکریت، کرخ، عکبرا، قصرالجص، ایوانا اور سندیہ وغیرہ تھے۔
یہ ملک علماء و فقہا کا مرکز رہا ہے۔ یہیں سے امام ابوحنیفہ فقیہ الفقہاء، سفیان ثوری سید القراء، ابوعبیدہ فرّا اور کسائی وغیرہم نکل کر دنیائے علم و ادب میں درخشاں ستارے بن کر چمکے۔ زیر بحث صدی میں بھی یہاں پر فقہاء و متکلمین کی ایک کثیر تعداد موجود تھی۔
متکلمین میں امام ابوالحسن اشعری خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں۔ آپ ابتدا میں امام المعتزلہ ابوعلی الجبائی کے شاگرد تھے۔ لیکن چالیس سال کے بعد آپ کی زندگی میں ایک زبردست انقلاب آیا اور ایک دن بصرہ کی جامع مسجد میں لوگوں کے سامنے اپنے ترک اعتزال کا اعلان کیا۔ اس کے بعد آپ نے معتزلی عقائد کی خرابیوں کو بیان کرنا شروع کیا اور اس سلسلے میں بکثرت کتابیں تصنیف کیں جن میں معتزلہ کے ہر اعتراض کے عقلی و نقلی دلائل پیش کئے۔ معتزلہ کے علاوہ دیگر خارج از اسلام فرقوں مثلاً ملاحدہ، زنادقہ، دہریہ، مشبہہ اور فلاسفہ کے رد میں بھی آپ نے بہت کچھ لکھا۔ چنانچہ آپ کی تصانیف کی تعداد دو تین سو سے بھی زیادہ ہے۔ (تبیین کذب المفتری از حافظ ابن عساکر صفحہ ۱۳۶)۔
امام اشعری کے پیرو اشعریہ کہلاتے تھے۔ اشعریہ فرقہ معتزلہ اور حشویہ کے بین بین تھے یعنی نہ تو نص اور نقل سے بالکل دور ہوئے جیسے کہ معتزلہ نے کیا اور نہ عقل ہی سے بالکل کنارہ کش ہوئے جیساکہ حشویہ کی عادت تھی۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور آپ کے اصحاب کے طریقے پر قائم رہے۔ آپ کی تعلیمات کو بارگاہ رب العزّت سے ایسی مقبولیت نصیب ہوئی کہ آج دنیائے اسلام کا بیشتر حصّہ عقائد کے معاملے میں آپ ہی کا پیرو ہے جیساکہ علامہ جمال الدین القاسمی نے تحریر فرمایا ہے:

اما السواد الاعظم من معظم البلاد الاسلامیۃ فعلیٰ مذهب الاشعری (تاریخ الجہمیہ والمعتزلہ ص۴۲)
اکثر اسلامی ممالک کے عوام امام اشعری ہی کے مذہب کے پیرو ہیں۔

امام اشعری کی تصانیف میں سے اب تک حسب ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں:
(۱) کتاب الابانہ (۲) استحسان الخوض فی علم الکلام (۳) مقالات الاسلامیین (۴) رسالہ کتب بہا الی اہل الثغر (۵) کتاب اللمع۔

آپ کی وفات صحیح روایت کے مطابق ۳۲۴ھ میں ہوئی۔ اس کے بعد جن علمائے کبار نے ان کے مذہب کو فروغ دیا اُن میں قاضی ابوبکر باقلانی، ابن فورک، ابوحامد اسفرائنی، قشیری، امام الحرمین جوینی اور امام غزالی خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ ابوحامد اسفرائنی کی خدمت میں تین سو فقہاء سے زیادہ موجود رہتے تھے اور ۳۷۰ھ سے لے کر سال

وفات ۴۰۳ھ تک برابر بغداد میں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ قاضی ابوبکر باقلانی قوتِ جدل و مناظرہ میں بڑی شہرت کے مالک تھے۔ علم کلام میں ان کی بہت سی تصانیف یادگار ہیں جن میں سے التمہید اور اعجاز القرآن اب تک شائع ہو چکی ہیں۔ ۴۰۳ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

معتزلہ میں سے جبّائی کے شاگرد محمد بن عمر الصیمری کافی مشہور تھے۔ ان کے علاوہ قاضی القضاۃ عبدالجبار بھی زبردست معتزلی تھے شروع میں اشعری مذہب کے پیرو تھے لیکن بعد میں معتزلی ہو گئے تھے اور بڑا فروغ حاصل کیا تھا بغداد میں کافی عرصہ تک تدریس و املاء کے عہدے پر فائز رہے یہاں تک کہ صاحب ابنِ عباد نے ۳۶۷ھ میں ان کو رے آنے کی دعوت دی۔ وہاں پہنچ کر بھی درس و تدریس میں مشغول رہے اور ایک طویل عمر تک زندہ رہنے کے بعد ۴۱۵ھ یا ۴۱۶ھ میں وفات پائی۔ ان کی ایک مشہور کتاب تثبیت دلائل النبوۃ ہے۔

متکلمین کی طرح فقہاء میں بھی جلیل القدر علماء موجود تھے۔ احناف میں ابوالحسن عبیداللہ الکرخی متوفی ۳۴۰ھ امام وقت تھے۔ مورخین نے آپ کا شمار آئمہ مجتہدین میں کیا ہے۔ آپ کثیر الصوم والصلوٰۃ تھے۔ زہد و تقوٰے کا یہ عالم تھا کہ جب آخر عمر میں آپ پر فالج کا حملہ ہوا اور آپ کے شاگردوں نے سیف الدولہ بن حمدان کو امداد کے لئے سفارشی خطوط لکھے تو جس وقت آپ کو اس کا علم ہوا زار و قطار رونے لگے اور خداوند کریم سے یہ دعا مانگی:

اللھم لا تجعل رزقی الا من حیث عودتنی۔ اے اللہ! میرا رزق صرف اُن ہی وسائل سے پیدا کر جن کا مجھے خوگر بنایا گیا ہے۔

رب العزت نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور سیف الدولہ کے دس ہزار درہم پہنچنے سے پہلے ہی آپ اپنے رب سے جا ملے۔ آپ کی تصانیف میں المختصر، شرح الجامع الصغیر اور شرح الجامع الکبیر قابلِ ذکر ہیں۔ امام کرخی کے تلامذہ میں ابوبکر جصاص رازی متوفی ۳۷۰ھ کا نام خصوصیت سے لائقِ ذکر ہے۔ امام کرخی کے بعد مذہب حنفی کی ریاست و سیادت ان کے ہاتھوں رہی اور اس مذہب کے مطابق بکثرت کتابیں تصنیف کیں جن میں سے احکام القرآن شائع ہو چکی ہے۔

فقہائے مالکیہ میں سے ابوالحسن علی بن احمد بغدادی جو ابن القصار کے نام سے مشہور تھے ایک جلیل القدر عالم تھے۔ آپ نے کتاب مسائل الخلاف لکھی اور کچھ دنوں بغداد کے عہدۂ قضا پر بھی مامور رہے۔ آپ کا انتقال ۳۹۸ھ میں ہوا۔

شوافع میں امام ابنِ سریج کے بعد ابو اسحاق مروزی امام وقت تھے۔ عراق میں ایک طویل مدت تک قیام کر کے امام شافعی کے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کرتے رہے اور ۳۴۰ھ میں وفات پائی۔ ابوالحسن علی بن عمر بغدادی دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ بھی ایک بڑے محدث اور شافعی المذہب فقیہ تھے۔ آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔ بغداد کے ایک محلہ دارقطن میں پیدا ہونے کی وجہ سے دارقطنی کہلاتے تھے اور وہیں پر انتقال ہوا۔

فقہائے حنابلہ کو بھی اس اقلیم میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔ ان میں سے ابوبکر عبداللہ بن داؤد ازدی سجستانی متوفی ۳۱۶ھ کا شمار بغداد کے اکابر حفاظ حدیث میں ہوتا تھا اور حنبلی مذہب کی سیادت و ریاست ان کے ہاتھوں میں

تھی۔ نیز ابوالقاسم عمر بن الحسین الخرقی متوفی سنہ ۳۳۴ھ ایک مشہور فقیہ تھے۔ آپ نے المختصر فی فقہ الحنابلہ یادگار چھوڑی۔ جب بغداد میں تبرّا بازی کا رواج شروع ہوا تو وہاں سے ہجرت کر گئے۔

عقائد

بغداد میں مختلف عقائد کے لوگ رہتے تھے مثلاً اشعریہ، معتزلہ اور نجاریہ۔ لیکن غلبہ شیعہ کو حاصل تھا۔ اقلیم جبال اور اقلیم خوزستان کی طرح اس ملک میں بھی ایک طبقہ ایسا تھا جو امیر معاویہؓ کی محبت میں انتہا پسند تھا چنانچہ مقدسی لکھتا ہے:

وحنابلة العراق غالية مشبهة يفرطون فى حبّ معاوية ويروون فى ذلك اخباراً منكرة بخاصة البربهارية۔ (احسن التقاسیم صفحہ ۱۲۶)

عراق کے حنابلہ غالی درجہ کے مشتبہ تھے جو امیر معاویہؓ کی محبت میں غلو کرتے تھے اور اس باب میں عجیب و غریب روایتیں نقل کرتے تھے بالخصوص فرقہ بربہاریہ[1]۔

مقدسی نے اس سلسلے میں ایک ذاتی واقعہ لکھا ہے جس کا نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں واسط کی جامع مسجد میں تھا یکایک ایک شخص داخل ہوا جس کے پاس لوگ جمع ہو گئے چنانچہ میں بھی اس کے نزدیک پہنچا تو اس نے ایک حدیث بیان کی جس کا متن حسب ذیل ہے:

عن النبى صلى الله عليه وسلم ان الله يدنى معاوية يوم القيامة فيجلسهٗ الى جنبه ويغلفهٗ بيده ثم يجلوه على الخلق كالعروس۔

نبی کریمؐ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی روز قیامت میں امیر معاویہؓ کو اپنے قریب کریگا اور اپنے پہلو میں بٹھلائے گا اور اپنے ہاتھ سے اُن کو ڈھک دے گا اس کے بعد اُن کو مخلوق کے سامنے ایک دلہن کی طرح پیش کرے گا۔

مقدّسی لکھتا ہے کہ میں نے اس سے سوال کیا کہ آخر امیر معاویہؓ کو یہ مرتبہ کیونکر حاصل ہوگا کیا حضرت علی کرم اللہ

---

[1] یہ فرقہ ابو محمد الحسن بن علی بن خلف البربہاری کی جانب منسوب تھا جو ابوبکر مروزی کا سب سے بڑا شاگرد اور اس عقیدے میں اس کا خلیفہ تھا کہ قرآن کریم کی آیت شریفہ عسیٰ ان یبعثک ربک مقاماً محمودا میں مقام محمود سے یہ مراد ہے کہ اللہ تعالٰی اپنے رسول پاک کو عرش پر اپنے ساتھ بٹھائیگا۔ اس عقیدے کی جانب لوگوں کو پُرزور دعوت دیتا تھا یہاں تک کہ اس کی کوئی بھی مجلس ایسی نہ ہوتی تھی جس میں بیٹھ کر وہ اس عقیدے کی تلقین نہ کرتا رہا ہو۔ علامہ کوثری نے طبقات ابن الفراء کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ بربہاری کے تلامذہ و معتقدین کی اتنی بڑی اکثریت بغداد میں ہوگئی تھی کہ جب وہ خلیفہ کے محلسرائے کی سڑک پر سے گزرتا اور اتفاق سے اسے چھینک آجاتی تو اس کے معتقدین جو زیادہ تر عوام جہلاء میں سے تھے اتنی بلند آواز سے اس کی چھینک کے جواب میں یرحمک اللہ کہتے کہ فضا گونج اٹھتی اور کانوں کے پردے جھنا اٹھتے یہاں تک کہ امیر المومنین جو محل کے انتہائی اندرونی کمرے میں آرام فرما ہوتے وہ بھی بے چین ہو جاتے۔ اس بدعت کی وجہ سے سنہ ۳۱۷ھ میں جس سال قرامطہ مکہ معظمہ سے حجرِ اسود نکال لے گئے تھے بغداد میں بہت بڑا فساد برپا ہوا۔ اسی طرح سنہ ۳۲۱ھ اور سنہ ۳۲۳ھ میں فسادات ہوئے جس کی وجہ سے عباسی خلیفہ راضی باللہ کے صبر و سکون کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور اس نے بربہاری اور اس کے

وجہہٗ سے جنگ کرنے کی وجہ سے؟ تو جھوٹا اور گمراہ ہے۔ یہ سن کر اس نے للکارا کہ لوگو! اس رافضی کو پکڑ لو۔ اس کے بعد لکھتا ہے کہ لوگ مجھ پر جھپٹے لیکن بعض اہلِ دفاتر تے مجھ کو پہچان لیا تو ان کے نرغے سے مجھے بچایا۔

شہر کوفہ میں بھی شیعہ تھے سوائے شہر کناسہ کے جہاں پر اہلسنت والجماعت رہتے تھے۔ بصرہ میں فرقہ سالمیہ کی مجلسیں قائم ہوتی تھیں۔ یہ فرقہ کلامی مسائل میں مہارت اور زہد کا دعوے کرتا تھا اور بصرہ میں زیادہ تر واعظ انھیں میں سے تھے۔ یہ لوگ فقہ کی تعلیم حاصل نہیں کرتے تھے (لایتعاطون الفقہ) لیکن اگر کوئی فقہ پڑھتا تو وہ امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق پڑھتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا امام یا سردار سالم سہل بن عبداللہ تستری کا غلام تھا اور امام ابوحنیفہؒ کی فقہ پر عامل تھا۔ بصرہ والوں میں سے اکثریت شیعہ اور قدریہ (معتزلہ) کی تھی۔

بغداد میں حنابلہ اور مالکیہ مذاہب کے پیرو تھے۔ لیکن ان میں غلبہ حنابلہ کو حاصل تھا۔ اسی طرح بصرہ میں بھی حنابلہ پائے جاتے تھے۔ مگر اس اقلیم میں مجموعی اعتبار سے حنفی المذہب فقہاء اور قاضیوں کو غلبہ حاصل تھا۔

غیر اسلامی مذاہب

یہاں پر اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کے ماننے والے بھی موجود تھے۔ مجوسی بہت زیادہ تھے۔ ان کے علاوہ بعض مقامات پر یہودی اور نصاریٰ بھی تھے۔ قصرِ ہبیرہ میں یہودی بکثرت تھے۔ حُلوان میں شہر سے باہر یہودیوں کا ایک عبادت خانہ تھا۔ جس کی وہ لوگ بڑی تعظیم و احترام کرتے تھے۔ اسی طرح شہر تکریت میں نصرانیوں کی ایک خانقاہ (دیر) تھی جہاں پر نصاریٰ دور دور سے زیارت کو آتے تھے۔

اقلیم اقور (اشور)

یہ ملک اقلیم عراق کے شمال اور شام کے مشرق میں واقع تھا۔ شمال میں اس کی سرحدیں بلادِ روم (ایشیائے کوچک) سے ملتی تھیں۔ آج کل اس کے بعض حصے موجودہ عراق اور کچھ موجودہ شام (SYRIA) میں شامل ہیں۔ اس اقلیم کو بطون وقبائل کے اعتبار سے تین صوبے اور چار نواحی میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ صوبوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ دیار ربیعہ۔ اس کا صدر مقام موصل تھا اور مشہور شہر یہ تھے الحدیثہ، الحسنیہ، تلعفر، سنجار، نصیبین، رأس عین، دارا اور برقعید۔ برقعید کی جانب منسوب ہو کر مقامات حریری کا ساتواں مقامہ برقعیدیہ کہلاتا ہے۔ اسی شہر کی عیدگاہ کو حریری کے مشہور و معروف ہیرا بوزید سروجی نے عید الفطر کے دن اپنی عیاریوں کی جولانگاہ

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۶) گروہ کے لوگوں پر سخت گیری کا حکم نافذ کر دیا۔ اس کے بعد بربہاری روپوش ہوگیا اور اسی حالت میں ۳۲۹ھ میں انتقال کر گیا۔ اس کے معتقدین بعد میں اس کی بڑی بڑی کرامتیں بیان کرتے تھے۔ (ملاحظہ کیجئے تبیین کذب المفتری صفحہ ۳۹۲ حاشیہ نمبر۱)

بنایا تھا بایں طور کہ وہ نابینا بن کر اپنی بیوی کے ساتھ عیدگاہ پہنچا اور کچھ رقعے جن میں غلط بیانی کر کے اپنے فقر و افلاس اور اہل و عیال کی مصیبتوں کو دلنشیں اشعار میں لکھ رکھا تھا، اُن کو بیوی کے ذریعے نمازیوں میں تقسیم کرادیا۔ اس کے راوی حارث ابن ہمام نے اس کو تاڑ لیا اور بعد میں اس کے پیچھے لگ گیا مگر وہ ہمیشہ کی طرح ایک بہانہ تراش کر رفوچکر ہو گیا۔

۲۔ دیارِ مضر۔ اس کا صدر مقام رقّہ تھا اور خاص خاص کر شہر یہ تھے۔ ترعوز، حصن مسلمہ، الحریش، خانوقہ، باجروان، الرہا اور حران۔

۳۔ دیارِ بکر۔ اس کا صدر مقام آمد تھا اور خاص شہروں میں میافارقین، تل فافان، حصن کیفا وغیرہ تھے۔ نواحی کے شہروں میں جزیرہ ابنِ عمر، کفر زاب، کفر سیرین، رحبہ، عانہ، قرقیسیا، عرابان اور سروج خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں۔ سروج ہی کی جانب منسوب ہو کر مذکور الصدر ہیرو ابو زید سروجی کہلاتا تھا۔

مذہبی حالت

یہاں کے باشندے بجز شہر عانہ کے عام طور پر اہلسنت والجماعت تھے۔ عانہ میں معتزلہ کی تعداد زیادہ تھی فقہیات میں یہاں پر سوائے حنفی المذہب اور شوافع کے نہیں پائے جاتے تھے۔ یہاں کے علماء و فقہاء علم کلام نہیں سیکھتے تھے۔ بعض مقامات پر حنابلہ بھی تھے شیعوں کو اچھی خاصی اہمیت حاصل تھی۔

اس ملک کا مشہور شہر حران تھا جسے قدیم زمانے میں ( ) کہتے تھے۔ اسی شہر کا رہنے والا جعد بن درہم تھا جس نے سب سے پہلے صفات باری کے انکار کی بدعت کا آغاز کیا اور اسی جرم میں خالد بن عبداللہ القسری نے عید اضحیٰ کے دن اسے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا تھا۔

غیر اسلامی مذاہب

اس ملک میں مجوسی بالکل نہیں تھے۔ شہر رُہا میں نصرانیوں کی بہت بڑی اکثریت تھی۔ چنانچہ ابنِ حوقل لکھتا ہے:

والغالب علیٰ اهلها النصاریٰ وبها زيادة علیٰ ثلثمائة بيعة وديرذي صوامع فيه رهبانهم وبها البيعة التي ليس للنصرانية اعظم ولا ابداع صنعة منها۔ (ابن حوقل ص۲۲۶)	یہاں کے باشندے زیادہ تر نصاریٰ ہیں اور اس شہر میں تین سو سے زیادہ کنیسے اور خلوت خانوں پر مشتمل خانقاہیں ہیں جن میں راہب لوگ رہتے ہیں اور یہاں ایک ایسا کنیسہ ہے جس سے بڑا اور شاندار کنیسہ نصرانیوں کے لئے کہیں نہیں۔

اس اقلیم میں صابئین کی بھی تعداد بکثرت تھی۔ ان لوگوں کے مراکز شہر رُہا اور حران تھے۔ ابنِ حوقل نے حران کے متعلق لکھا ہے کہ وہ مدینۃ الصابئین تھا۔ یہاں صابئین مجاورین اور خدّام رہتے تھے جن کے لئے ایک خانقاہ تھی جیسی کہ شہر بلخ میں تھی۔ اس خانقاہ میں صابئین کا مصلّیٰ تھا۔ جس کی وہ لوگ تعظیم کرتے تھے اور اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جانب منسوب کرتے تھے۔ یہ یونانی فلسفہ و ثقافت کے اسقدر دلدادہ تھے کہ ہمسایہ نصرانی اس شہر کو یونانیوں کا شہر کہتے تھے۔ اس زمانے میں یونانی فلسفے کی مجلس تعلیم شہر انطاکیہ سے اولاً شہر حران میں اور پھر بغداد میں منتقل ہوئی۔